آغا رنگ

جماعت سالکین آغائیہ مرتضویہ کا سہ ماہی مجلّہ

زیرِ سرپرستی: جناب میرزا احسن نظامی

اداریہ

''بشر'' ایک عام آدمی تھا جو زندگی کے زیر و بم کے بیچ اپنی صلاحیتوں کے بل بوتے پر کامیابیوں کی طرف رواں دواں تھا۔ روزمرہ کارہائے زندگی انجام دیتے دیتے اس کے ذہن میں یہ خیال جڑ پکڑ گیا کہ زندگی کا مقصد صرف معاش کی تگ و دو یا حقوق اللہ اور فرائض کی ادائیگی تک محدود نہیں ہے ایک جستجو اس کے دل میں سما چکی تھی جو اس کی تلاش کا محرک بنی۔ یہ تلاش پہلے پہل اسے علماء ظاہر کی طرف لے گئی جو آسانی سے اس کی پہنچ میں تھے۔ بشر نے ہر نماز کے بعد امامِ مسجد کے درس میں شرکت شروع کردی۔ معاشی اور معاشرتی اصلاحی پہلو سے بڑھ کر جب بات دین کے اصولوں اور ضابطوں پر آئی تو کچھ عرصہ بعد بشر چپ نہ رہ سکا اور اپنی عقل اور سمجھ کے حساب سے کچھ سوال کر ڈالے۔

''بشر کی یہ مجال!'' علمائے حق نے کھنکارتے ہوئے صدا لگائی۔ عقل کی کسوٹی سے پرکھے گئے ضابطوں پر کسی عالم نے کوئی اصول سمجھانے سے انکار کردیا۔ اُن کے استدلال میں عقل کے لئے کوئی جگہ نہ تھی جو کہ خود ایک قرآنی حقیقت کا انکار تھا۔ علماء سے مایوس ہوکر بشر نے فلسفیوں کی جائے پناہ کا رُخ کیا۔

فلسفی جو صرف عقل و منطق کے بحر میں غوطہ زن تھے۔ ان کے لئے بشر کا اضافہ ایک خوش آئند بات تھی۔ ان کے خیال میں ایک عقل کے متلاشی کو عقل والوں تک پہنچنے کی عقل آ گئی تھی۔ وجود و عدم کی کشتیاں جو شعور و لاشعور کی لہروں پر ایک انجانے ساحل کی تلاش میں بھٹک رہی تھیں، بشر کو زیادہ دیر اپنے شکم میں نہ رکھ سکیں اور اگلنے کو بے تاب ہوگئیں۔ ذہنی استدلال میں ڈوبے ماحول میں بشر کو ہر شے ایک عشقِ لاحاصل لگ رہی تھی۔ نوفلاطونیت بشر کے لئے آخری جھٹکا ثابت ہوئی اور وہ فلسفیوں سے بھی رسی تُڑا کر بھاگ نکلا۔

اب کی بار اس کی رسی اُس کے ایک امریکہ پلٹ دوست کے ہاتھ لگی۔ ''تم کیا ان غیر ضروری مقاصد کے حصول میں پھنسے ہو۔ آؤ! زندگی سے، جو چند روزہ ہی ہے، نشاط کی جتنی گھڑیاں چن سکتے ہو، چن لو!'' یہ کہہ کر اس کا دوست بشر کو دنیا کے رنگا رنگ موج میلوں میں لے گیا۔ جہاں خوشیاں صرف مادہ پرستی کے ماروں کو پیسہ خرچ کرنے سے ہی ملتی تھیں۔ جہاں آرائشِ حسن اور مشاطہ لازم و ملزوم تھے۔ جہاں سادگی حسن نہیں بلکہ ایک عیب سمجھا جاتا تھا۔

بشر اس مصنوعی زندگی کے خول سے جلد ہی باہر آ گیا۔ اپنے اردگرد نظر دوڑائی تو کچھ مطمئن اور آسودہ حال لوگوں کو دیکھا جو خوشیوں کے لئے دولت کے عنون نہیں تھے۔ انہی میں سے ایک اُس کو اپنے ساتھ لے گیا۔ ''آؤ تمہیں بھی ایک ایسی سر خوشی میں مبتلا کردیں جو تم کو اطمینانِ قلب کے ساتھ ساتھ سکونِ ذہن بھی دے گی۔''

اور یوں بشر صوفیوں کے حلقے میں آ گیا۔ ''تم کون ہو!'' انہوں نے اُسے دیکھ کر پوچھا۔ ''ایک عام بشر!''

''آؤ بھائی! ہمارے ساتھ بیٹھو اور اسے اپنا ہی گھر سمجھو۔'' اپنی برابری کا شرف دینے والے انسان اُسے پہلی ہی ادا سے بھلے لگے۔ آہستہ آہستہ وہ انہی کا حصہ بن گیا۔ مذہب ہو یا منطق، اسے دونوں طریقوں کے سوالوں کے جواب ملے۔ ذہن اور دل دونوں خوش تھے اور جب اسے اپنی زندگی کے مقصد سے آشنائی ہوئی تو اسے حیرت کے ساتھ ساتھ ایک گونہ اطمینان نصیب ہوا کہ بالآخر منزل کا سراغ ملا۔ راہبر اس کی رہنمائی کرتا رہا اور بشر منزلیں طے کرتا ہوا۔ کہیں کا کہیں جا پہنچا ہے۔ ایک روز بشر کا بیٹا ابن البشر اس سے سوال کر بیٹھا ''بابا! ہم خوش اور پرسکون کیسے رہ سکتے ہیں؟'' بشر جو کہ صرف بشر نہ رہا تھا، بے ساختہ بول پڑا ''جستجو! صرف حقیقت کی جستجو اور اس کا حصول ہی بشر کو سچی خوشی دیتا ہے۔ سوال کرو گے تو جواب ملے گا اور ذہن کے دریچے وا ہوں گے۔ تم منزل کو ڈھونڈنے نکلو گے تو منزل کو اپنی تلاش میں پاؤ گے لیکن بنیادی جذبہ جو ایک عام سے بشر کو اپنی منزل سے قریب کردیتا ہے وہ ہے اس کی طلب اور سب لوگ اس منزل کو پاسکتے ہیں کیونکہ سب کی حقیقت ایک ہی ہے۔ سب کے سب فقط — طالب''

حق کے متعلق تصورات

ڈاکٹر میرزا اختیار حسین کیف نیازی

مولانا میکش اکبر آبادی اپنی معروف کتاب نقد اقبال میں فرماتے ہیں جس کی ابتدائی سطریں بصد احساس تشکر میں نقل کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔ '' محبت اور خودی کا حسین ترین موصوف اگر عقل و دانش میں نہ آئے تو خدا اور دل نگاہ میں سما جائے تو انسان ہے۔ اسلئے وہ کونسا فرد ہوگا جسے اپنے آپ سے محبت نہ ہوگی۔'' کائنات اور اسکی تمام تفصیلات آخرت اور اسکے تمام، ازعانات کا مرکز یہی محبتِ ذات ہے۔ یہ لازمی ہے کہ جو ہماری محبت کا موضوع ہو وہ ہماری فکر کا بھی موضوع ہو۔ کیونکہ فکر ہی ایک ایسا رابطہ اور وسیلہ ہے جو محبت سے عرفان تک پہنچاتا ہے۔ لہذا جاہل ہو یا عالم، شاعر ہو یا فلسفی ہر شخص یہ سوچنے پر مجبور ہے کہ ہم اور یہ عالم کیا ہیں کہاں سے آئے ہیں اور آخر کیا ہوجائیں گے۔ ہمارے سارے فلسفے ، تہذیبیں اور مذہب و اخلاق اس سوال کے گرد چکر کھاتے رہتے ہیں۔

حقیقت کچھ بھی ہو مگر ایک انسان کے خیال کے مطابق اس بے پایاں کائنات میں سب سے اہم شخصیت انسان ہی کی ہے۔ ساری کائنات اسے اپنی ہی گرد گھومتی نظر آتی ہے۔ چاند ستارے اسی کو سجدہ کرتے ہیں۔ آفتاب اسی کی پرستش کرتا ہے۔ ملائک اسی کے آگے اپنی جبیں جھکاتے ہیں۔ اسی کی عقل سے شہروں میں گرم بازاری اور اسی کے جنون سے ویرانوں میں رونق ہے۔''

اسی ایک نقطہ کی تشریح دراصل سارے علوم و فلسفہ کی بنیاد ہے۔ انسان کی خود اپنی ماہیت۔ کائنات میں اسکا مقام۔ مخلوقات سے اسکا تعلق خدا سے اسکے ربط کی نوعیت عبد و معبود کا آپس کا رشتہ یہ سب اور اس قسم کے موضوعات ہمیشہ فکرِ انسانی کے لئے توجہ کا مرکز رہے ہیں۔ عام دینی عقائد و افکار خواہ وہ کسی مذہب کے ہوں اسکا شافی و کافی جواب مہیا نہیں کرتے ۔ کیونکہ وہ ظاہر پر زیادہ نگاہ رکھتے ہیں۔ اور ان سوالوں کا جواب سطح بینی پر نہیں بلکہ باطنی اور درونی بصیرت اور گہرائی میں جاکر دیکھنے میں ہے۔ یہی دروں بینی مذاہب میں تصوف کی بنیاد بنی۔ جو ہر مذہب میں کسی نہ کسی شکل میں موجود ہے۔ نہ صرف مذہب بلکہ فلسفہ میں بھی یہ بنیادی عنصر کارفرما رہا ہے۔ کیونکہ ذہنی تشفی کے لئے بقول امام غزالیؒ قشرہ یعنی چھلکا کافی نہیں ہوتا بلکہ مغز تک پہنچنے کی ضرورت ہے۔ تصوف مذاہب کا مغز ہے۔ اسلام بھی اس سے مستثنی نہیں۔ بلکہ آخر اور مکمل دین ہونے کی حیثیت سے اسمیں زیادہ گہرائی ہے۔

بقول ایک افغان محقق ڈاکٹر جلال اچکزئی تصوف ایک قدیم اور ازلی دانش ہے جو تمام ادیانِ عالم (Religions of the world) میں جاری و ساری ہے۔ صوفیائے کرام خکمتِ جاوداں (eternal wisdom) اور معرفتِ ازلی (Transcendent Unity of Religion) ملتی

ہے۔ان کا طریق وسلوک امن وسلامتی اور بھائی چارے کا ہے ۔ یہ ایک قسم کا بین الاقوامی فلسفہء حیات ہے جس میں ادیان (religion)میں کوئی اختلاف موجود نہیں (یہاں وحدتِ دین(oneness of religions) کی بحث کو خلط ملط نہ کیا جائے)۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ تمام مذاہب خیر کی تعلیم دیتے ہیں۔اس تعلیم کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مختلف اوقات اور زمانوں میں انبیائے کرام آتے رہے۔ظاہر ہے کہ تمام پیغامات جب اللہ ہی کے مرسلہ تھے تو حقائق کے بیان میں مماثلت ناگزیر ہے۔ الفاظ و اصطلاحات حتیٰ کے بعض معتقدات میں بھی مشابہت پائی جاتی ہے اور یہ عین فطری بلکہ ایک حد تک ضروری ہے اس سے یہ سمجھنا کہ یہ دوسروں کی نقل ہے غلط اندازِ فکر ہے۔

خدا کی ہستی کا اعتقاد انسان کے ذہن کی پیداوار نہ تھا کہ ذہنی تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ وہ بھی بدلتا رہتا ہے۔بقول مولانا ابوالکلام آزاد وہ اسکی فطرت کا ایک وجدانی احساس تھا اور وجدانی احساسات میں نہ تو ذہن وفکر کے موثرات مداخلت کرسکتے ہیں نہ باہر کے اثرات سے ان میں تبدیلی ہو سکتی ہے۔

لیکن انسان کی عقل ذات مطلق کے تصور سے عاجز ہے۔وہ جب کسی چیز کا تصور کرنا چاہتی ہے تو گوتصور ذات کا کرنا چاہیے لیکن تصور میں صفات وعوارض ہی آتے ہیں اور صفات ہی کے جمع وتفریق سے وہ ہر چیز کا تصور آراستہ کرتی ہے۔پس فطرت کے اندرونی جذبے نے ایک بالاتر ہستی کے اعتراف کا ولولہ پیدا کیا تو ذہن نے اس کا تصور آراستہ کیا لیکن جب غور کیا تو یہ اسکی ذات کا تصور نہیں تھا اسکی صفات کا تصور تھا اور صفات میں سے بھی انہیں صفات کا جن کا ذہنِ انسانی تخیل کرسکا تھا۔ یہیں سے خدا پرستی کے فطری جذبہ میں ذہن وفکر کی مداخلت شروع ہوئی۔ ذہن وفکر کی جتنی بھی رسائی ہے بیک وقت ظہور میں نہیں آئی بلکہ ایک طویل عرصہ کی نشو نما اور ارتقا کا نتیجہ ہے ابتدا میں اس کا ذہن عہد طفولیت میں تھا اس لئے اس کے تصورات بھی اس نوعیت کے تھے پھر جوں جوں اسمیں اور اسکے ماحول میں ترقی ہوتی گئی اسکا ذہن بھی ترقی کرتا گیا اور ذہن کی ترقی وتزکیہ کے ساتھ اسکے تصورات میں شائستگی اور بلندی آتی گئی۔مختلف ادیان میں خدا کا تصور بھی اس ارتقائی سفر سے گذرا ہے۔ہم دیکھتے ہیں کے باوجودیکہ تمام مذاہب قبل از قرآن میں عقیدہ توحید کی تعلیم موجود تھی لیکن کسی نہ کسی صورت میں شخصیت پرستی عظمت پرستی اصنام پرستی نمودار ہوتی رہی۔عوام کی تشفی کے لئے دیوتاؤں اور انسانی عظمتوں کی پرستاری ناگزیر سمجھی گئی۔شخصیت پرستی کا یہ عالم تھا کہ تقریبا تمام مذاہب کے بانیوں کی پرستش شروع کردی گئی۔کبھی ان کو خدا کا اوتار بنادیا گیا۔کبھی اللہ کا بیٹا۔گوتم بودہ نے کبھی اصنام پرستی کی اجازت نہیں دی تھی۔ بلکہ اسکی آخری وصیت یہ تھی کہ ایسا نہ کرنا کہ میری نعش کی پوجا شروع کردو اگر تم نے ایسا کیا تو یقین کرو نجات کی راہ تم پر بند ہو جائے گی(Early Buddhism) لیکن حالت یہ ہے کہ دنیا میں کسی معبود کے اتنے مجسمے نہیں بنائے گئے جتنے گوتم بودہ کے بنائے گئے۔ اسی طرح مسیحیوں کی حقیقی تعلیم توحید تھی لیکن ابھی اسکے ظہور کو پورے سو برس بھی نہیں ہوئے تھے کہ لوہیت مسیح کا عقیدہ نشو نما پا چکا تھا کوئی ملک اور قوم ایسی نہیں ہے جہاں ہادی و پیغمبر نہ آئے ہوں۔خود قرآن پاک اسکا شاہد ہے۔عرب وعراق ہو یا،ایران و ہندوستان خدا کی رحمت وتعلیم سے کوئی محروم نہیں رہ سکتا لیکن ان پیغمبروں کی جو تعلیمات ہم تک پہنچی ہیں ان میں ہمارے فہم اور معتقدات و روایات نے بھی تصرف کیا جو کبھی تحریف وکبھی تاویل کی شکل اختیار کرتا آیا ہے اور یہیں سے اختلافات شروع ہوتے ہیں۔ اس طرح کسی بھی مذہب کی صحیح تصویر ہمیں نہیں ملتی جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ بانیِ مذہب کا کیا مقصد ہے۔ عام طور پر جو خدا کے متعلق تصور پائے جاتے ہیں وہ مختصرا یہ ہیں:۔

ا۔بعض لوگوں کا خیال ہے کی حق تعالیٰ اسی کائنات کی شکل میں ظاہر ہے کہیں اور نہیں یہ تشبیہ محض (Immanence)ہے۔

۲۔ ایک خیال یہ ہے کہ حق تعالیٰ کائنات میں نہیں بلکہ علیحدہ ایک لطیف صورت میں موجود ہے یہ محض تنزیہ (Trancendence)ہے۔

۳۔ایک خیال ہے کہ خداوندتعالیٰ ایک تو ہے لیکن کائنات کو اپنی ذات میں شامل کئے ہوئے ہے اسے نظریہء توحید (Monotheism) کہا جاتا ہے۔ یہ نظریہ نسبتا اسلامی توحید سے قریب تر ہے۔

۴۔ ایک نظریہ یہ ہے کہ وجود وحق کے سوا کسی چیز کا وجود نہیں۔ ہر چیز عین خدا ہے۔ اسکو (Pantheism) کہتے ہے۔اس لئے وحدت الوجود کا ترجمہ Pantheism کرلیا گیا یہ صحیح نہیں۔دونوں میں فرق ہے۔

۵۔ عیسائی تین خداؤں کے قائل ہیں (Trinity)۔باپ۔بیٹا اور روح القدس (Holy GHOST) یہ تثلیث پرستی ہے۔ یہودی حضرت عزیز کو خدا سمجھتے ہیں۔

۶۔ ہندو مذہب میں اگر چہ خدا کو تسلیم کیا جاتا ہے لیکن خدا کی ہر صفت کے لئے ایک دیوتا یا دیوی مقرر کرلی گئی ہے جس کی پوجا ہوتی ہے۔ وہ حلول اور آواگون کے قائل ہیں۔

۷۔ زرتشت مذہب میں دو خدا مانے جاتے ہیں ایک خالقِ خیر یعنی یزداں دوسرا خالقِ شر یعنی اہرمن ان تمام نظریات میں اتنی خامیاں اور جھول ہیں کہ انسانی ذہن بہت سی گتھیوں میں الجھ جاتا ہے۔توحید اور حق کے متعلق اسلام نے جو نظریہ پیش کیا وہ اتنا مکمل اور جامع ہے کہ انسانی ضمیر اس سے مطمئن ہو جاتا ہے۔ اسلامی تصور یہ ہے کہ خدا ایک ہے۔ وہ وحدہ لاشریک ہے۔ ہر جگہ موجود ہے۔ کائنات میں بھی اور ماورائے کائنات بھی ۔ وہ تنزیہ اور تشبیہ کا جامع ہے۔کلمہ توحید لاالہٰ الااللہ کے اندر لامعبودیت اور لاموجودیت دونوں مفہوم مضمر ہیں۔ چونکہ صفت موصوف سے جدا نہیں ہوسکتی اسلئے کائنات کو خدا کا غیر نہیں کہا جا سکتا۔ یہ لاموجودیت کا تصور ہی تصوف کی بنیاد ہے۔ جو اسلام کی روح اور اسکا عطر ہے۔

تصوف اسلام کا حسن و جمال بلکہ اسکا کمال ہے۔تصوف پر مکمل بحث اس مختصر مقالہ میں ممکن نہیں۔تصوف کے متعلق یہ کہنا کہ یہ اسلام سے باہر کی چیز ہے جس کا ماخذ ہندو ویدانت یا فلسفہ کا نوفلاطونی (Neo-Platoni sm) نظریہ ہے تصوف سے

کاوش

تعمیر خانقاہ کے لئے کاوشیں

رضی انصاری

سلسلہ نیازیہ کی ایک عظیم المرتبت و برگزیدہ ہستی حضرت شاہ میرزا آغا محمدؒ لکھنؤ میں پیدا ہوئے لیکن بعد میں آپؒ نے جبل پور، صوبہ مدھیہ پردیش، انڈیا کو اپنا مستقل مسکن قرار دیا۔ یہاں آپؒ کے دستِ حق پر بے شمار افراد نے نہ صرف اسلام قبول کیا بلکہ سلوک کی راہ بھی اختیار کی۔ آپؒ کی حیاتِ مبارکہ میں سلسلہ نیازیہ کو اس علاقہ میں کافی فروغ حاصل ہوا۔ آپؒ کے وصال کے بعد آپؒ کے فرزند و جانشین حضرت ڈاکٹر شاہ میرزا مرتضٰی حسینؒ مسند پر رونق افروز ہوئے۔ آپؒ نے اس زمین کو آسمان بنادیا اور محنت شاقّہ سے سلسلہ عالیہ کو مزید پروان چڑھایا۔ آپؒ نے طالبانِ حق کو معرفت کے حصول کے لئے سلوک کی منازل طے کرائیں۔جبل پور، انڈیا ہی میں اپنے والدِ بزرگوار حضرت آغا صاحب قبلہؒ کے مزار مبارک کی تعمیر اور تکمیل میں روز وشب مصروف رہے۔ یہ مزار مبارک صوبہ مدھیہ پردیش میں آج بھی یگانہ اور قابل دید ہے۔ حضرت ڈاکٹر صاحبؒ کا وصال بھی جبل پور میں ہوا اور مزار مبارک حضرت آغا صاحبؒ کے احاطہ میں ہی آپؒ آرام فرما ہیں۔ آپؒ نے اپنے وصال سے قبل اپنے فرزند و جانشین حضرت ڈاکٹر شاہ میرزا اختیار حسین مدظلہ عالی کو سجادگی سے سرفراز فرمایا۔

نامساعد حالات اور تقسیم ہند و پاک کے بعد حضرت صاحبؒ کے پورے خاندان کو پاکستان ہجرت کرنا پڑی اور یوں زندگی کے بکھرے ہوئے اوراق کو ترتیب دینے میں کافی عرصہ لگا۔ پیر و مرشد حضرت قبلہ ڈاکٹر شاہ میرزا اختیار حسین مدظلّہ عالی نے سلسلہ نیازیہؒ، آغائیہؒ، مرتضویہؒ کے فروغ کے لئے انتھک کاوشیں کیں۔ آپ نے نہ صرف پاکستان بلکہ ہندوستان کے دیگر شہروں بالخصوص بمبئی اور جبل پور کی نواحی بستیوں کے علاوہ مجھگواں ضلع سیونی میں کثیر تعداد میں لوگوں کو داخلِ سلسلہ کیا اور یہ سلسلہ ہنوز جاری و ساری ہے۔ آپ نے مختلف موضوعات (بالخصوص وحدت الوجود کے موضوع) پر انتہائی علمی کتبِ تحریر فرمائی ہیں جو تشنگانِ معرفت کے لئے انمول خزینہ ہیں۔ آپ نے اپنے خلف اکبر جناب میرزا حسن نظامی سلّمہٗ کو اپنی مسند پر بٹھایا اور سجادگی عطا فرمائی اور اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ نیز خلف اصغر جناب عاصم میرزا سلّمہٗ کو خلافت سے نوازا۔

خانقاہی امور ہم سے پہلے دور میں جو بزرگ ہستیاں تھیں

بلاشبہ انھوں نے اپنے وسائل و حالات کے تحت انجام دیئے اور ہر دور میں بہتر سے بہتر کی کوششیں کی گئیں۔ چنانچہ کراچی پاکستان میں سب سے پہلے خانقاہ کے انتظامی امور کو چلانے کے لئے جناب غلام مولا بھائی مرحوم کا انتخاب ہوا۔ اُن کے انتقال کے بعد جناب محمد افضل صاحب مرحوم (عرف پپّن بھائی) کو نقیب الاولیاء مقرر کیا گیا۔ انھوں نے اپنے دور میں خانقاہ کے انتظامی امور جانفشانی اور انتہائی لگن سے انجام دیئے ان کی خدمات کے آج بھی لوگ معترف ہیں۔ خانقاہ کے لئے قطعہ اراضی کے حصول کے لئے انھوں نے بہت جدوجہد کی آخر کار، جہدِ مسلسل سے محمد شاہ قبرستان سیکٹر D-7 نارتھ کراچی میں قطعہ اراضی حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔ اس جدوجہد میں جمیل خان نیازی صاحب کا تعاون بھی شامل تھا۔

چنانچہ مذکورہ بالا قطعہ اراضی میں (خانقاہ شریف) کا باقاعدہ سنگِ بنیاد ۹۱ جمادی الاول ۴۱۴۱ ہجری نومبر ۳۹۹۱ء میں بدستِ مبارک حضرت قبلہ سرکارِ عالی مدظلّہ تعالیٰ رکھا گیا اور اسی ماہ یعنی نومبر ۳۹ء سے تعمیر کی مَد میں آمدن کا کھاتہ کھول دیا گیا۔

بعد ازیں، جناب محمد افضل صاحب مرحوم نے ذاتی کوششوں سے ''جماعت سالکین خانقاہ آغائیہؒ مرتضویہؒ ٹرسٹ'' کے نام سے بنک اکاؤنٹ کھلوایا جس میں آج بھی رقوم جمع اور نکلوائی جارہی ہیں۔ اُن کی دیگر خدمات کے علاوہ اُن کی گرانقدر خدمت ''بورڈ آف ٹرسٹیز'' کا قیام قابلِ ذکر ہے۔ اُن کے انتقال کے بعد اُن کے بھائی جناب محمد سمیع صاحب کو یہ فرائض سونپے گئے جس کی ادائیگی وہ بہت عمدگی اور ذمہ داری کے ساتھ کر رہے ہیں۔

خانقاہ شریف کی تعمیر کے لئے کثیر رقم درکار ہے چنانچہ جماعت / ٹرسٹ نے اپنے طور پر مالی معاونت کی درخواست بذریعہ مراسلہ تمام ممبران (پیر بھائیوں) سے کی۔ اس ضمن میں ٹرسٹ نے قربانی کی کھالیں بھی جمع کرنے کی اپیل کی جس کے خاطر خواہ نتائج برآمد ہوئے۔ ٹرسٹ کی جانب سے وقتاً فوقتاً کارکردگی کے ''جائزہ'' بھی جاری ہوتے رہے تاکہ لوگوں کو خانقاہ شریف میں ہونے والے کاموں سے متعلق آگاہی رہے۔ نیز خانقاہ شریف کی تعمیر میں آمدن و اخراجات کی تفصیلات کے علاوہ مرحلہ وار کاموں کی تفصیل بھی پیش ہوتی رہیں۔ فی الحال خانقاہ شریف میں جو کام ہوچکے ہیں اُن کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) خانقاہ شریف میں بڑے گڑھوں کی ملبہ اور مٹی کی بھرائی تاکہ زمین کو ہموار کیا جاسکے۔
(۲) زمین کے اطراف سیٹو کی تعمیر و سیٹو کی بلندی تک بھرائی
(۳) زمین کے درمیان تعویذ کی تعمیر
(۴) انڈر گراؤنڈ پانی کا ٹینک مع کنکشن
(۵) لوہے کا بڑا گیٹ
(۶) مین گیٹ کے سامنے سڑک کی جانب سے اندر آنے کے لئے نالے پر ایک پلیا کی تعمیر
(۷) خانقاہ شریف کی حد بندی کے لئے (جہاں پرانی قبریں تعمیر ہیں) دیوار کی تعمیر
(۸) باؤنڈری وال کا پلاسٹر، کمروں و غسل خانہ کی تعمیر و آرائش محرابیں
(۹) واش بیسن اور وضو خانہ کی تعمیر
(۱۰) بجلی کا کنکشن

عرس کے موقعوں پر ٹرسٹیز و منتظمین کمیٹی کی میٹنگ منعقد کی جاتی ہے جس میں انتظامی امور کو حتمی شکل دینے کے علاوہ مزید احسن طور پر انجام دینے کے لئے تجاویز پیش کی جاتی ہیں۔ نیز ورکرز کمیٹی کی فہرست بھی جاری کی جاتی ہے تاکہ منتظمین اپنے فرائض بہتر طور پر انجام دے سکیں۔

ممکن ہے خانقاہ شریف میں بہت سے حل طلب امور / مسائل بھی ہوں جن پر ہماری توجہ نہ ہو اور وہ آپ کے خیال میں زیادہ اہمیت کے حامل ہوں۔ اس سلسلہ میں آپ تمام حضرات سے گزارش ہے کہ اپنی رائے، تجاویز اور مشوروں سے ہمیں آگاہ فرمائیں تاکہ ہم یعنی بورڈ آف ٹرسٹیز آپ کی تجاویز کی روشنی میں صحیح قدم اُٹھاسکیں۔

ناواقفیت کی دلیل ہے۔ یہ خالص اسلامی عقیدہ ہے جس کی بنیاد قرآن اور حدیث پر ہے۔

♦

آغائیہؒ مرتضویہؒ سلسلہ کے تبرّکات

رضی انصاری

ہندوستان کے صوبہ مدھیہ پردیش کے شہر جبل پور میں معرفت کی ایک کرن پھوٹی جس نے نہ صرف صوبے بلکہ پورے ہندوستان کو نور کی کرنوں سے منوّر کردیا۔ اس عظیم المرتبت ہستی کا نام نامی اسمِ گرامی حضرت شاہ میرزا آغا محمدؒ ہے جو بعد میں ''حضرت صاحبؒ'' کے نام سے معروف ہوئے۔ آپؒ کا تعلق لکھنؤ کے صاحبِ ثروت خاندان سے تھا لیکن اپنے مرشدِ گرامی کے ارشاد کے مطابق جبل پور میں مستقل سکونت اختیار فرمائی۔ حضرت صاحب قبلہؒ کو بریلی شریف کی برگزیدہ ہستی قطبِ عالم مدارِ اعظم حضرت شاہ نیاز احمد بریلویؒ کے فرزند و جانشین تاج الاولیاء حضرت شاہ نظام الدین حسینؒ سے خلافت عطا ہوئی۔ آپؒ کے مرشدِ گرامی کو آپؒ سے خاص لگاؤ اور محبت تھی جس کی بناء پر آپؒ کو اپنے مرشدِ گرامی کے علاوہ دیگر مشائخ کرام اور خانقاہوں کی طرف سے خصوصی نوازشات ہوتی رہیں۔ اسی طرح آپؒ کے فرزند و جانشین حضرت ڈاکٹر شاہ میرزا مرتضیٰ حسینؒ کو بھی بریلی شریف سے حضور سراج السالکینؒ نے خلافت سے سرفراز فرمایا۔ حضرت قبلہ ڈاکٹر صاحبؒ نے مجاہدات و ریاضات شاقہ اور توجہ مرشدِ گرامی سے معرفت کے اعلیٰ و ارفع مقامات حاصل کئے۔ آپؒ کے دستِ حق پرست پر متعدد غیر مسلم حضرات مشرف بہ اسلام ہوئے۔ آپؒ نے دین کی صحیح راہ پر لوگوں کو گامزن کیا اور اُن کے دلوں کو اللہ کے ذکر سے منوّر کیا۔ آپؒ کو متعدد تبرکات سے نوازا گیا۔ اس کے بعد آپؒ کے فرزند و جانشین حضرت ڈاکٹر شاہ میرزا اختیار حسین کیفؔ نیازی مدظلّہ عالی کو بریلی شریف سے حضرت عزیز میاں صاحب قبلہؒ نے خلافت عطا کی۔ آپ کے مرشدِ گرامی و والد ماجد حضرت ڈاکٹر صاحب قبلہؒ کی خصوصی توجہ و نظرِ کرم آپ پر رہی۔ آپ کو بھی آپ کے جدّامجد کی طرح متعدد تبرکات سے سرفراز کیا گیا۔

تقسیم ہند کے وقت یہ تبرکات حضرت قبلہ ڈاکٹر شاہ میرزا اختیار حسین مدظلّہ عالی انتہائی حفاظت و عقیدت و احترام کے ساتھ کراچی، پاکستان لے آئے تھے۔ لیکن نامساعد حالات کے پیشِ نظر ان تبرکات کی زیارت کا اہتمام نہیں کیا جاسکا۔ لیکن کچھ عرصہ قبل ان تبرکات کی زیارت کا باقاعدہ طور پر انتظام کیا گیا ہے۔ شروع میں جب بھی موقع ملتا زیارت کرادی جاتی تھی۔ اب ہر سال شعبان المعظم کی ۳۱ تاریخ مقرر کردی گئی ہے۔ اس دن تمام داخلِ سلسلہ حضرات، اعزاء و متوسلین ان تبرکات کی زیارت عقیدت و احترام کے ساتھ کرتے ہیں۔

فی الوقت جو تبرکات موجود ہیں اُن میں سے چند خاص تبرکات کی تفصیل ذیل میں درج کی جارہی ہے۔ نیز یہ کوشش بھی کی گئی ہے کہ یہ تبرکات جن موقعوں پر اور جس طرح عنایت کئے گئے ہیں اُن کا ذکر بھی مختصراً کردیا جائے تاکہ تمام حضرات ان تبرکات کی اہمیت و افادیت کو پیشِ نظر رکھیں اور زیادہ سے زیادہ آگاہ ہوسکیں۔ تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) موئے مبارک

حضور سرور کونین حضرت محمد ﷺ و غوث الثقلین سیّدنا حضرت عبدالقادر جیلانی بغدادی قدس سرۃ العزیز۔

صرف مذکورہ بالا تبرک کی زیارت ربیع الاول میں کرائی جاتی ہے۔ ۲۱ ربیع الاول بعد نماز عصر حضرت قبلہ سرکار عالی عرقِ گلاب و عطر سے موئے مبارک کو غسل دیتے ہیں پھر صندل میں رکھ دیا جاتا ہے۔ اس دوران درود و سلام کا ذکر جاری رہتا ہے۔ پھر ۳۱ ربیع الاول ''محفلِ میلادؐ'' کے بعد تمام عاشقانِ رسولؐ کو زیارت کا شرف حاصل ہوتا ہے۔

(۲) شلوکہ

حضرت تاج الاولیاءؒ کا سیاہ رنگ کا خاص شلوکہ جو حضرت شاہ میرزا آغا محمدؒ کو عطا ہوا۔

(۳) دستارِ مبارک

یہ وہ دستارِ مبارک ہے جو حضرت شاہ مخصوص عالمؒ باندوی نے بوقت سجادگی حضرت شاہ میرزا آغا محمدؒ کو عنایت فرمائی۔

(۴) دستارِ مبارک

حضرت شاہ میرزا آغا محمدؒ کو یہ دستارِ مبارک اُس وقت عطا ہوئی جب آپؒ حضور تاج اولیاءؒ کے ہمراہ پہلی مرتبہ اجمیر شریف حاضر ہوئے۔ حضور خواجہ غریب نوازؒ کے حکم سے اس وقت کے دیوان صاحب نے آپؒ کی دستار بندی کی۔

(۵) چادر شریف

حضور تاج الاولیاءؒ کی عطا کردہ چادر (جالی کی) جو آپؒ نے

گوالیار میں حضرت قبلہ شاہ میرزا آغا محمدؒ کو عطا فرمائی۔

(۶) کلاہ مبارک

ایک مرتبہ محرم الحرام میں بسلسلہ فاتحہ حضرت سیّدنا امام حسین علیہ السلام، حضور تاج اولیاءؒ نے ایک کُلاہ سبز رنگوا کر زیب فرق مبارک فرمائی۔ بعد عطائے خلافت حضور تاج الاولیاءؒ نے وہ کلاہ مبارک از خود حضرت شاہ میرزا آغا محمدؒ کو عطا فرمائی۔

(۷) دستارِ مبارک

حضور تاج الاولیاءؒ نے حضرت شاہ میرزا آغا محمدؒ کو بوقتِ خلافت عطا فرمائی۔

(۸) چادر مبارک

حضرت قطب عالم مدار اعظم شاہ نیاز بے نیازؒ کے مزارِ مبارک کی چادر جو حضرت شاہ میرزا آغا محمدؒ کو عطا ہوئی۔

(۹) کلاہ مبارک

یہ وہ کلاہ مبارک ہے جو حضرت شاہ میرزا آغا محمدؒ پہنا کرتے تھے۔

(۱۰) دستارِ مبارک

حضرت قبلہ شاہ میرزا آغا محمدؒ نے بوقتِ سجادگی حضرت قبلہ ڈاکٹر شاہ میرزا مرتضٰی حسینؒ کو عنایت فرمائی۔

(۱۱) کلاہ مبارک

تین عدد کلاہ مبارک جو حضرت ڈاکٹر شاہ میرزا مرتضٰی حسینؒ پہنا کرتے تھے۔

(۱۲) کرتا

حضرت ڈاکٹر شاہ میرزا مرتضٰی حسینؒ کا استعمال شدہ پیراہن مبارک

(۱۳) چوغہ مبارک

حضرت قبلہ سراج السالکینؒ

(۱۴) پیراہن مبارک

حضرت شاہ عزیز میاں صاحبؒ نے اپنا پیراہن مبارک، حضرت ڈاکٹر شاہ میرزا اختیار حسین کیفؔ نیازی کو عطا فرمایا۔

(۱۵) دستارِ مبارک

حضرت ڈاکٹر شاہ میرزا مرتضٰی حسینؒ نے بوقتِ سجادگی حضرت ڈاکٹر شاہ میرزا اختیار حسین مدظلّہ عالی کو عطا فرمائی۔

(۱۶) دستار مبارک

حضرت عزیز میاں صاحبؒ نے بوقتِ خلافت حضرت ڈاکٹر شاہ میرزا اختیار حسین مدظلّہ عالی کو عطا فرمائی۔

(۱۷) دستار مبارک

جو دربار حضرت خواجہ غریب نوازؒ سے حضرت ڈاکٹر شاہ میرزا اختیار حسین مدظلّہ عالی کو عطا کی گئی۔

(۱۸) طغرہ مبارک

جو بدستِ خود حضور سراج السالکینؒ نے تحریر فرمایا تھا۔

(۱۹) تسبیح کے دانے

حضور تاج الاولیاءؒ کے تسبیح کے دانے

(۲۰) سجّادہ مبارک

حضرت قبلہ حسن میاں صاحبؒ کا سجادہ مبارک جو حضرت ڈاکٹر شاہ میرزا اختیار حسین مدظلّہ عالی کو عطا ہوا۔

(۲۱) تسبیح

حضرت ڈاکٹر شاہ میرزا مرتضٰی حسینؒ کی ۴ عدد تسبیح اور تسبیح کے دانے

(۲۲) چشمے

دو عدد چشمے جو حضرت ڈاکٹر شاہ میرزا مرتضٰی حسینؒ استعمال فرماتے تھے۔

(۲۳) لٹو

دو عدد لکڑی کے لٹو — غالباً کسی قسم کے وظیفے کے لئے استعمال کئے جاتے تھے

(۲۴) آلۂ ڈاکٹری

جو حضرت ڈاکٹر شاہ میرزا مرتضٰی حسینؒ کے استعمال میں تھا۔

(۲۵) عطردان مع شیشی

عطردان لکڑی کا اور شیشی حضرت ڈاکٹر شاہ میرزا مرتضٰی حسینؒ۔

(۲۶) مٹی کے ٹکڑے

جو حضرت شاہ میرزا آغا محمدؒ تیمم کے لئے استعمال کرتے تھے۔

(۲۷) دستار مبارک

حضرت ڈاکٹر شاہ میرزا اختیار حسین مدظلّہ عالی نے یہ دستار مبارک بوقتِ سجادگی حضرت شاہ میرزا حسن نظامی سلّمۂ عرف روی میاں صاحب کو عطا فرمائی۔

(۲۸) چادر مبارک

چادر شریف مزارِ مبارک حضور محبوب الٰہی سیّد نظام الدین اولیاءؒ جو دہلی میں حضرت ڈاکٹر شاہ میرزا اختیار حسین مدظلّہ عالی کو عطا ہوئی۔

(۲۹) چادر مبارک

حضور غوث الاعظمؒ کے دربار اقدس میں حاضری کے وقت دیوان مزار مبارک نے حضرت ڈاکٹر شاہ میرزا اختیار حسین مدظلّہ عالی کو عطا فرمائی۔

(۳۰) چادر مبارک

تبرک چادر شریف نجفِ اشرف و کربلائے معلٰی جو حضرت ڈاکٹر شاہ میرزا اختیار حسین مدظلّہ عالی کو بوقتِ حاضری بغداد شریف عطا ہوئی۔

(۳۱) چادر مبارک

حضرت امام السالکینؒ کو نذر کی گئی چادر مبارک، حضور محبوب پاکؒ کے قدموں پر ڈالنے کے بعد حضرت عابد میاں صاحبؒ کی معرفت حضرت ڈاکٹر شاہ میرزا اختیار حسین مدظلّہ عالی کو عطا ہوئی۔

(۳۲) مُہرِ مبارک

جو حضرت ڈاکٹر شاہ میرزا مرتضٰی حسینؒ کے استعمال میں رہی۔

مذکورہ بالا تبرکات کو محفوظ طریقوں سے رکھا گیا ہے اور سال میں ایک مرتبہ ان کو دھوپ دی جاتی ہے تاکہ نمی وغیرہ سے بچایا جاسکے کیونکہ یہ بیش بہا اور نادر تبرکات ہیں جس کی جتنی بھی حفاظت کی جائے کم ہے۔ آخر میں ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان مقدس تبرکات کی زیارت کا شرف ہر سال نصیب فرمائے اور ان کے فیوض و برکات سے ہمیں مستفیض فرمائے۔ آمین۔